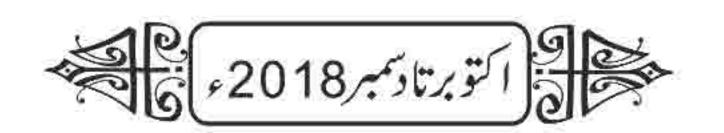
ا سلامی ضا بطه میراث واستحقاقی میراث اورتقسیم میراث میں کوتا ہی: ایک عظیم گناه(۱۰) پروفیسرها فظ قاسم رضوان ☆

اسلامی نظام میراث کی حکمت

دورِ جاہلیت میں لڑکیوں اور بچوں کوعرب میں ورافت کا مستحق نہیں سمجھا جاتا تھا'اس لیے کہ یہ گھوڑ ۔ پر سوار نہیں ہو سکتے اور دشمن کا مقابلہ کرناان کے بس میں نہیں ۔ گویا اہلیت کا معیار جنگ پر تھا۔ اسلام تا نون نے میراث کو قرابت کے تحقیف در جے ہوتے ہیں'ائی طرح اقرباء کے حصص اور فرائض میں بھی فرق ہے۔ نظام میراث کو اسلام نے نظام قرابت پر اس لیے استوار کیا کہ اسلام اجتماعی تکافل کے نظام کی اکائی ایک خاندان کوقر اردیتا ہے۔ وہ سب سے پہلے ایک خاندان کے افراد کے درمیان باہمی کفالت کا نظام کی اکائی ایک خاندان کوقر اردیتا ہے۔ وہ سب سے پہلے ایک خاندان کے اصول کے درمیان باہمی کفالت کا نظام تا کم کرتا ہے۔ '' حقوق ذمہ داریوں کی نسبت سے متعین ہوتے ہیں'' کے اصول کے تحت قریبی رشتہ داروں پر خاندان کے کسی غریب فرد کی بابت اس کی قرابت کے اعتبار سے ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں نہیں دیت کی ادائیگی بھی قرابت کے اصول پر ہوتی ہے اور زخموں کی مرہم پڑی گی ہوتی ہیں' جیسے قبل میں دیت کی ادائیگی بھی قرابت کے اصول پر ہوتی ہے اور زخموں کی مرہم پڑی کی ادائیگی بھی قرابت کے اصول پر ہوتی ہے اور اس نے ترکہ چھوڑ امور تو اسے بھی اس اصولی قرابت کے تقسیم کیا جائے ۔ اسلامی نظام میراث کا ادائیگی بھی قرابت کے اصول پر ہوتی ہو ان اصولوں پر استوار کر جائے اور اس نے ترکہ چھوڑ امور تو تا ہیں انسانی نے فطری ربھانات کو بھی میزنظر رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالی نے نظرے انسانی نے دونہا بیت محقوم ہیں' نیز اس میں نفسِ انسانی کے فطری ربھانات کو بھی میزنظر رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالی نے فطرت انسانی کے ان ربھانات کو بے مقصد پیرانہیں کیا' یہ فطری میلانات انسانی زندگی کے ارتقاء و بقامیں اہم کردار دادا کرتے ہیں۔

ایک خاندان کے اندرقریبی یا دور کے رشتوں کے جورا بطے ہوتے ہیں' وہ فطری روابط ہوتے ہیں۔ان رابطوں کی تخلیق کسی ایک نسل یا معاشرے نے نہیں کی' بلکہ بیہ قدرت کے ہاتھوں تخلیق ہوتے ہیں' چنانچہان سے کسی صورت انکارنہیں کیا جاسکتا۔اسی لیے اسلام نے اپنے کفالتی نظام کو اکائی ایک خاندان کے کفالتی نظام کو

🖈 ريٹائر ڈ صدر شعبہاسلاميات ومطالعہ پاکستان گورنمنٹ کالج آف کامرس علامہا قبال ٹاؤن ٰلا ہور







قرار دیا ہے اور پھراس ا کائی (unit) کوا پنے اجتماعی اور ملکی کفالتی نظام کا سنگ میل قرار دیا ہے۔اگر کسی شخص کے تکافل میں بیبنیادی اکائی کامیا بنہیں ہوتی اور خاندان اینے کسی شخص کی کفالت میں نا کام ہوجا تا ہے تو پھر مقامی محلّه اورمعاشره اس کی کفالت کرتا ہے۔اورا گروہ بھی اس شخص کی کفالت میں نا کام رہتا ہے تو بالآخرا سلامی حکومت ایسے تمام افراد کی کفالت کی ذ مہدار ہے جوخودا پناا نظام نہیں کر سکتے۔اس انتظام کا فائدہ بیہ ہے کہ تمام نا دارلوگوں کے بندوبست کی ذمہ داری صرف حکومت کے کندھوں پڑئیں پڑتی ۔اس باہمی تکافل کے انتظام کے نتیج میں افرادِمعاشرہ کے دلوں میں باہمی محبت والفت اور ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور پھر باہمی تعاون اوراخوت کا اخلاقی روبه پروان چڑھتا ہے۔ایک خاندان کے اندر باہمی کفالت کا روبہ اورسوچ پروان چڑھنااورا کیکشخص کا بیشعوری جذبہ بڑھنا کہاس کی شخصی جِدّو جُہداس کی اولا داور دیگررشتہ داروں کے لیےا یک بہت مفید ممل ہے الیں شخصی جدوجہداور محنت بالواسطہ پورے معاشرے کے لیے مفید ثابت ہوتی ہے۔اسی لیے اسلامی نظام حیات میں فر داور جماعت کے درمیان فاصلے نہیں رکھے جاتے'اورا گرمعا شرے کوضرورت پڑے تو فرد کی تمام ملکیت بور ہے معاشر ہے کی ملکیت بن جاتی ہے۔اس آخری اصول کی روشنی میں اسلامی نظام وراثت پر کیے جانے والے وہ تمام اعتراضات دور ہوجاتے ہیں'جن کےمطابق بینظام وراثت ان لوگوں کو بھی وراثت منتقل کر دیتا ہے جنہوں نے اس کے حصول کے لیے کوئی جدوجہد نہیں کی ہوتی ' جبکہ بیروارث در حقیقت موروث منہ کالسلسل ہوتا ہے۔اگریہی موروث منہ مختاج ہوتا اور بیروارث مالدار ہوتا تو پھراسلامی معاشرتی فرائض کے تحت وہ اس کی کفالت کرتا۔اس کےعلاوہ وارث اورمورث خصوصاً مورث اوراس کی اولا دیے درمیان ُ صرف ما لی را بطه اور رشته نهیں ہوتا' بلکہ خونی رشتہ بھی ہوتا ہے جوبھی ختم اور کٹ نہیں سکتا۔

آباء واَجداد اور دوسرے رشتہ دار اپنے بچوں' پوتوں اور دیگر اقرباء کوصرف مالی وراثت ہی منتقل نہیں کرتے' بلکہ وہ اپنی انجھی صلاحیتوں اور عادات نیز اپنی کمزوریاں اور بری عادتیں بھی منتقل کرتے ہیں۔اسی طرح وہ اپنے بچوں اور پوتوں کو بعض موروثی بیاریاں بھی منتقل کرتے اور اگر مکمل صحت مند ہیں تو اچھی صحت بھی منتقل کرتے ہیں۔اسی طرح فضائل اخلاق یار ذائل اخلاق' اچھائیاں یا برائیاں اور ذہین ہونا یا نجی ہونا بھی وراثتاً ماتا ہے۔ اس لیے اب انصاف کا تقاضا بہی ہے کہ مورث کے پاس اگر کوئی مال و جائیداد ہے تو وہ بھی اس کے وارثوں کے جھے میں آئے۔انسانی زندگی کے ان فطری اور واقعاتی حقائق اور دوسری تمام حکمتوں کی وجہ سے جو وارثوں کے حصے میں آئے۔انسانی زندگی کے ان فطری اور واقعاتی حقائق اور دوسری تمام حکمتوں کی وجہ سے جو شریعت الہی میں پوشیدہ ہیں' اللہ تعالیٰ نے تقسیم میراث کا بیضا بطہ عطافر ما یا ہے۔

اسلام کا نظام وراثت ایک نہایت ہی عادلانہ اور فطرتِ انسانی سے ہم آ ہنگ نظام ہے اور بیرخاندانی زندگی کے عملی احوال کے لیے نہایت موزوں ہے۔ جب ہم اس نظام کا نقابلی مطالعہ دوسرے ان تمام نظاموں سے کرتے ہیں جو جاہلیتِ قدیمہ یا جدیدہ میں رائج رہے تو اس دعوے کی حقیقت ہم پر کھلتی ہے۔ اس قانونِ میراث میں خاندان کی اجتماعی کفالت کے تمام مقاصد کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ہر شخص کا حصہ خاندان کے اندراس



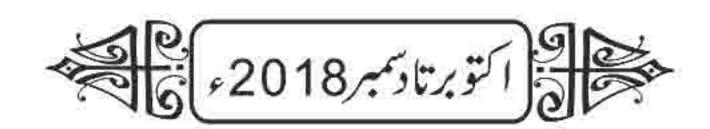
کی ذمہ داریوں کے پیش نظر متعین کیا گیا ہے ، مثلاً والدہ اور والد جو ذی الفروض میں سے ہیں اس کے بعد عصبات کواہمیت دی گئی ہے' اس لیے کہ والدین کے نہ ہونے کی صورت میں کسی بیٹیم کی کفالت عصبات کے ہی ذمہ ہوتی ہے۔ یہ عصبات ہی ہیں جو دیت اور دوسرے اجہاعی تا وان ادا کرتے وقت حصہ داریاں اپنے سر لیت ہیں۔ اس نظام کی اساس اس اصول پر ہے کہ خاندانی نظام ایک ہی بشر سے وجود میں آیا ہے' اس لیے اس میں نہ بیجہ محروم ہوں گے اور نہ ہی عورتیں' صرف اس وجہ سے کہ وہ کم زور عورتیں یا نابالغ بیج ہیں۔ اگر بوجوہ یہ نظام عملی ذمہ داریوں میں فرق مراتب کرتا ہے تو انسانیت کی اساس پر کوئی فرق مرتب نہیں کرتا۔ اس میں حقوق دیتے وقت مرداور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا جاتا' فرق اگر ہے تو ان اجہاعی ذمہ داریوں کو پیش نظر رکھ کر کیا گیا ہے جواجہاعی خاندانی کفالت کے حوالے سے ان پر عاکمہ ہوتی ہیں۔ یہ نظام انسان کے اس فطری تفاضے کے گیا ہے جواجہاعی خاندانی کفالت کے حوالے سے ان پر عاکمہ ہوتی ہیں۔ یہ نظام انسان کے اس فطری تفاضے کے عین مطابق ہے جس کے تحت وہ اپنے والدین اور اپنی سل کے ساتھ گہرار بطر اکھنا چاہتا ہے۔ اس نظام میراث کی معاشی جو وجہد میں میں دہے گئ ساتھ ساتھ اس کے والدین بھی اس میں حصہ دار ہوں گے۔ یہ اطمینان اس کی معاشی جدوجہد میں مزیدا ضافہ کرے گا اور وہ اس کی معاشی جدوجہد میں مزیدا ضافہ کرے گا اور معاشرہ بھی اس سے مستفید ہوگا۔

اسلام کا بیضابطۂ میراث دولت کوکسی ایک جگہ یا فرد کے پاس جمع نہیں ہونے دیتا' بلکہ اسے تقسیم کر کے گردش میں لاتا ہے اور چند ہاتھوں میں منجمد ہونے سے بچاتا ہے۔ گویا وراثت کے تحت مختلف حالات ومعاملات میں ایک طرح سے گھرانہ اس سے مالی فائدہ حاصل کرسکتا ہے۔ اس طرح سے بینظام میراث فطرت انسانی کے اصولوں کے مین مطابق ہے۔

[اس عنوان کی تیاری کے لیے فی ظلال القرآن از سید قطب شہید' مترجم سید معروف شاہ شیرازی' جلداول' طبع چہارم' ۱۹۹۸ء' صفحات ۹۲۳' ۹۳۴' ۹۳۹' ۱۶۰۱ء ادارہ منشورات اسلامی' ملتان روڈ' لا ہور سے استفادہ کیا گیا ہے۔]

ميراث كي تقتيم ميں كوتا ہى: ايك عظيم كناه

اس چوتھے تق لیخی ''ور ثاء میں تقسیم میراث' کے بارے میں ہمارے معاشرے میں بڑی غفلت کا ارتکاب کیا جارہا ہے۔ بہت سے لوگ تو جانتے ہی نہیں کہ مرنے والے کے مال کوور ثاء میں تقسیم کرنا چاہیے' اور جولوگ جانتے ہیں کہ بیا ہم دینی فریضہ ہے' ان میں سے بھی بدنصیبی سے اکثریت اس اہم اسلامی علم پرضیح معنوں میں عمل پیرانہیں ہوتی۔ شریعت اسلامی میں تقسیم میراث کا حکم ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ وراثت کی تقسیم نہ کرنا اور دوسروں کا حصہ غاصبا نہ طور پر اپنے قبضے میں رکھنا نہایت سنگین جرم اور گناہ ہے۔ اس حکم کی اہمیت کا اندازہ یوں بھی کیا جاسکتا ہے کہ قرآن پاک میں اکثر احکام شرعیہ کے صرف اصول بیان کیے گئے ہیں' تفصیلات حضور اکرم شائی ٹیٹر نے احادیث کی صورت میں اپنے قول وفعل سے مسلمانوں کو سمجھائی ہیں' کیکن بعض تفصیلات حضور اکرم شائی ٹیٹر نے احادیث کی صورت میں اپنے قول وفعل سے مسلمانوں کو سمجھائی ہیں' کیکن بعض







احکامات کی اہمیت کے پیش نظران کی تفصیلات کو بھی قرآن تھیم میں اللہ تعالی نے بورا بیان کیا ہے۔ وراثت کی تقسیم کا تھم بھی انہی احکام میں سے ایک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات میں یوں تو سارے انسانی حقوق کی بوری ادائی پرزور دیا گیا ہے 'لیکن وارثوں کے حقوق اداکرنے کی خصوصیت کے ساتھ تاکیدآئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ڈیا ٹیڈ سے روایت ہے کہ رسول اللہ منگا ٹیڈیٹم نے فرمایا:

((يَا أَبَاهُرَيْرَةَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْهَا، فَإِنَّهُ نِصُفُ الْعِلْمِ وَهُوَ يُنْسَلَى، وَهُوَ أَوَّلُ شَيْءٍ يُنْزَعُ مِنْ اُمَّتِيْ) (٢٦)

''اے ابوہریرہ! میراث کے احکام (علم الفرائض) سیھوا ورسکھا وُ'اس لیے کہ بینصف علم ہے اور بیہ بھلا دیا جائے گا'اورسب سے پہلے میری امت سے یہی علم اٹھا یا جائے گا۔''

میراث کوشر بعت اسلامی کے مطابق انصاف سے تقسیم کرنا جنت کے اعمال میں سے ہے۔ ایک حدیث شریف میں وراثت کی تقسیم میں ظلم اور ناانصافی سے بچنے پر جنت کی صفانت دی گئی ہے۔ حضرت ابوامامہ ڈائٹیڈ سے مروی ہے کہ رسول الله مُنگیڈیڈ نے فر مایا کہتم مجھے چھے چیزوں کی صفانت دے دو میں تمہارے لیے جنت کا ضامن ہوجاؤں گا۔ ان چھے چیزوں میں سے آپ مُنگیڈیڈ نے یہ بھی فر مایا: ''وراثت کی تقسیم میں ناانصافی مت کرو'اپنی طرف سے گا۔ ان چھے چیزانروا کد) اس کے برخلاف کسی ایک وارث یا کچھ وارثوں کا بورے ترکہ پر قبضہ جمائے رکھنا اور میراث تقسیم نہ ہونے دینایا تقسیم کرتے وقت بعض ورثاء کومحروم کرنایا ان کو کم حصہ دینا ہر گز جا تزنہیں' بلکہ سخت گناہ' غصب اورظلم ہے۔

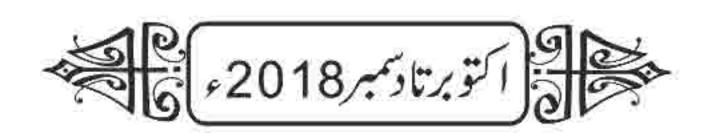
میراث تقسیم نه کرنے اور دوسروں کے فق کھانے پروعید

قرآن پاک میں ورثاء کے حصوں کو بیان اور واضح کرنے کے بعداس کا انکار کرنے والوں یا اس میں ردّ و بدل کرنے والوں کے متعلق شدید وعید فر مائی گئی ہے۔ارشا دِالہی ہے:

﴿ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلُهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ﴿ وَلَهُ عَذَابٌ مُهَيْنُ ﴾ (النساء)

'' جو شخص الله تعالی اوراس کے رسول (مَنَّا تَیْنَامُ) کی نافر مانی کرے گا اوراس کی (مقرر کی ہوئی) حدود سے تجاوز کرے گا' اسے الله تعالی دوزخ میں داخل کرے گا' جس میں وہ ہمیشہ رہے گا' اوراس کو ایسا عذاب ہوگا جوذلیل کرکے رکھ دے گا۔''

ا حادیث مبارکہ میں بھی میراث غصب کرنے اور دوسروں کا مال ناحق کھانے پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔ چندا حادیث ملاحظہ کریں:







''جس شخص نے ظلم کے ساتھ کسی کی ایک بالشت زمین بھی لے لی توبیز مین قیامت کے دن سات زمینوں تک طوق بنا کراس کی گردن میں ڈالی جائے گی۔''

(ب) حضرت انس طالعين سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول الله صَلَاللَّيْمَ فِي مایا:

((مَنْ فَرَّ مِنْ مِيْرَاثِ وَارِثِهِ قَطَعَ اللَّهُ مِيْرَاثَهُ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) (٢٨)

'' جس شخص نے کسی وارث کومیراث سے محروم کر دیا تو اللہ تعالی قیامت کے دن اس کو جنت میں اس کے حصہ سے محروم فرما کیں گے۔''

(ج) حضرت ابو ہر رہے وظائنۂ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول الله صَلَّاتِیْمِ نے ارشا دفر مایا:

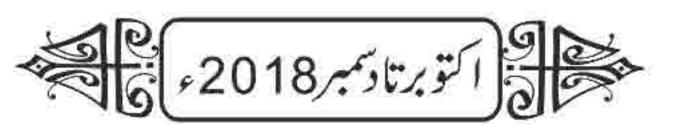
((مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلِمَةٌ لِآخِيهِ مِنْ عِرْضِهِ آوُ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلُهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ آنُ لَا يَكُونَ دِيْنَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ، إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْ رِ مَظْلِمَتِه، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتُ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ))(٢٩)

''جس شخص نے اپنے کسی بھائی پرظلم کیا ہے' اُس کی عزت یا کسی اور معاطے میں' تو آج ہی اس کو معاف کرا لے' اس دن کے آنے سے پہلے پہلے جس دن نہ درہم ہوں گے نہ دینار۔ (بلکہ اس دن یہ ہوگا کہ) اگر ظالم کے پاس کوئی نیک عمل ہوگا تو اس نے اپنے بھائی پر جتناظلم کیا ہوگا' اس کے بقدر نیکیاں مظلوم بھائی کو دے دی جائیں گی' اور اگر ظالم کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی (یا دوسروں کے دینے کے بعد ختم ہو چکی ہوں گی) تو پھر مظلوم کے گناہ اس ظلم کے برابر ظالم کے اوپر (اس کے نامہ اعمال میں) ڈال دیے حائیں گے۔''

(8) حضرت ابوا مامه طلطئ التيروايت ہے كه ميں نے رسول الله طلق الله عَلَى ماتے ہوئے سنا: ((إنَّ الله قَدْ أَعُظَى كُلَّ ذِي حَقِّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ))(٣٠)

"الله تعالی نے ہر حق والے کواس کاحق دے دیاہے کلہذا وارث کے لیے وصیت نہیں ہے۔"

گویاکسی شخص کے انتقال کے بعد اوپر ذکر کیے گئے چار حقوق میں سے تین حقوق اداکر نے کے بعد اہم ترین فریفتہ ہیے ہے کہ جلدا زجلداس کی میراث تقسیم کی جائے کہ اس میں عافیت 'راحت اور خیر بھی ہے۔ اس وقت ور ثاء کے دل میں مر نے والے کا صدمہ تازہ ہوتا ہے اور دل نرم ہوتا ہے 'اس لیے تقسیم میراث کا معاملہ بھی آسان ہوتا ہے 'لیکن اگر فوری میراث تقسیم نہ کی جائے تو جتنی دیر ہوتی جائے گی اتنی ہی الجھنیں اور دشواریاں بڑھتی چلی جائیں گی حتی کہ لڑائی جھلڑوں اور باہمی ناراضگیوں اور دشمنیوں تک نوبت پہنچتی چلی جاتی ہے۔ اس لیے کہ جیسے جیسے مرنے والے کے بعد وقت گزرتا جاتا ہے اور صدمہ کم ہوتا جاتا ہے ونیا اور مال کی محبت بڑھی جاتی ہے اور باہمی اختیا نے اور باہمی اختیا نے اور باہمی اختیا نے اور باہمی میں کی تازانہ راٹھا تا چا جاتا ہے۔ شرعی لحاظ سے بھی و یکھا جائے تو انتقال کرنے والے کے بعد اس کے ایکس سوئی کے برابر مال میں بھی تمام ورثاء حصہ دار اور شریک ہوجاتے ہیں اور ان سب کی آزادانہ رضا مندی کے بغیر میراث کا استعال کسی طور سے بھی جائز نہیں ہوسکتا۔ اور اگر ورثاء میں نا بالغ بھی شامل ہوں تو معاملہ مزید میکین ہو میراث کا استعال کسی طور سے بھی جائز نہیں ہوسکتا۔ اور اگر ورثاء میں نا بالغ بھی شامل ہوں تو معاملہ مزید میں نا براخ بھی شامل ہوں تو معاملہ مزید میں نا بالغ بھی شامل ہوں تو معاملہ مزید میں نیں ہوسکتا۔ اور اگر ورثاء میں نا بالغ بھی شامل ہوں تو معاملہ مزید میں نا بالغ بھی شامل ہوں تو معاملہ مزید میں نا بالغ بھی شامل ہوں تو معاملہ مزید میں نا ہو تو بی سے بھی دیں نا بالغ بھی شامل ہوں تو معاملہ مزید میں نا بالغ بھی شامل ہوں تو معاملہ مزید میں نا بالغ بھی شامل ہوں تو معاملہ مزید میں نا بالغ بھی شامل میں ہو سے بھی جائے ہو تا ہو سے بائے ہو تا ہو سے بھی جائے ہو تا ہو تا ہو سے بھی جائے ہو تا ہو تا







جاتا ہے کیونکہ نابالغ کی اجازت بھی شرعاً معتبر نہیں ہے۔ مالِ یتیم کھانے والوں کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے:
﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ يَا كُلُوْنَ اَمُوالَ الْيَتَامَى ظُلُمًا إِنَّمَا يَا كُلُوْنَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ﴿ وَسَيَصْلُونَ فَى سُعِيْرًا ۞ (النساء)

'' بے شک جولوگ ظلم کے ساتھ نتیموں کا مال کھاتے ہیں' در حقیقت وہ اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں' اور وہ ضرور جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھو نکے جائیں گے۔''

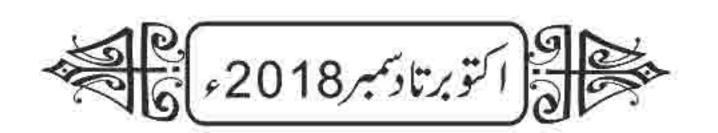
تقتیم میراث میں ہونے والی عمومی کوتا ہیاں

ہمارے معاشرے میں مجموعی طور پرتقسیم میراث کے حوالے سے بے شارکوتا ہیاں پائی جاتی ہیں۔ ذیل میں چندمشہور صورتوں کا ذکر کیا جاتا ہے'تا کہ ان پرعمل پیرانہ ہونے اور گناہ عظیم سے بیچنے کی فکر پیدا ہو۔

(۱) والد کے ساتھ معاونت کرنے والے بیٹوں کا سارے کا روبار پر قبضہ جمائے رکھنا: متو فی کی میراث تقسیم کرتے وقت اگر کا روبار سنجالنے والے بیٹوں کا حصداتنا ہی ہے جتنی مالیت کا کا روبار ہے تو وہ دیگر ورثاء کی رضامندی سے اپنے جھے میں کا روبار کو سنجال سکتے ہیں۔ تا ہم فی زمانہ جو بیٹے والد کی زندگی میں اُن کے کا روبار سے منسلک رہتے ہیں تو والد کی وفات کے بعدوہ اس کا روبار کے مالک بن کر بیٹھ جاتے ہیں اور بید کے کا روبار سے منسلک رہتے ہیں تو والد کی وفات کے بعدوہ اس کا روبار کے مالک بن کر بیٹھ جاتے ہیں اور بید گئرتے ہیں کہ شروع سے ہم نے کا روبار سنجالا ہے اور اس میں ہماری محنت شامل ہے' لہذا بیرمیراث میں شامل نہیں ہوگا' حالانکہ عام طور پر ایسے کا روبار میں بیٹوں کا اپنا ذاتی حصہ کوئی نہیں ہوتا' بلکہ وہ اپنی محنت کا مناسب عوض لے کر کام کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں شرعی لحاظ سے کا روبار والد کا ہی ہوتا ہے اور دیگر مال وجائیدا دگی طرح یہ بھی ترکہ میں شامل ہوگا۔

(۲) گھر کے ساز وسامان پر بیوہ کا قبضہ کرنا: بعض مواقع پر اپیا ہوتا ہے کہ مرنے والے کے کاروبار'
کارخانے اور دکان وغیرہ پر تو لڑ کے قبضہ کر لیتے ہیں اور گھر کا جتنا ساز وسامان ہوتا ہے' وہ بیوہ کے قبضے میں آجا تا
ہے۔ وہ اس کی مالک بن کر بیٹے جاتی ہے اور جس طرح چاہتی ہے اس میں تصرف کرتی ہے' اور جب تک بیوہ
زندہ ہوتی ہے وہ میراث تقسیم نہیں ہونے ویتی اور تقسیم میراث کے مطالبے کو ماں کی نافر مانی شار کیا جاتا ہے۔
حالانکہ جس طرح نرینہ اولا د کا جائیدا د اور کاروبار پر قبضہ کرنا ناجا نزہے' اسی طرح بیوہ کا گھر کے کل یا تھوڑ کے
سامان پر قبضہ جمانا اور اسے تقسیم نہ ہونے وینا غیر شرعی کام ہے۔ بیتمام مال وجائیدا د اور ساز وسامان سارے
ورثاء کاحق ہے اور باپ کے انتقال کے بعد ماں کی زندگی میں میراث تقسیم کرنے کو اس کی نافر مانی شمونا ہر گز جائز
نہیں' کیونکہ تقسیم میراث شریعت کا اٹل تھم ہے اور اس میں تا خیر تختی ہے منع ہے۔

(۳) ہیوہ سے مہرمعاف کروانا با اس کومہر دے کرمیراث کا حصہ نہ دینا: ایک بیہ بھی رواج ہے کہ شوہر کے انتقال کے بعد ہیوہ سے (مہر نہ دینے کی صورت میں) زبردستی مہرمعاف کروالیا جاتا ہے اور وہ بیچاری مجبور ہوکر بادل نخواستہ (شرماشری) مہرمعاف کر دیتی ہے۔ بیطریقتہ ہرگز شرعاً جائز نہیں' بلکہ اس طرح اگر ہیوہ مہر





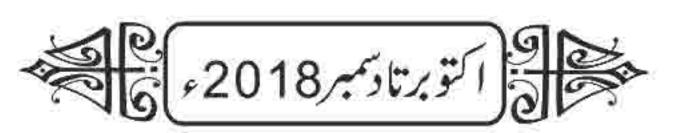


معاف کربھی دیے تو وہ حقیقتاً معاف تصور نہیں ہوگا۔ اسی طرح بعض مواقع پرلوگ مہر تو معاف نہیں کرواتے 'لیکن شوہر کے انتقال کے بعد بیوہ کو میراث میں سے اس کا حصنہیں دیتے 'بلکہ مہر ہی ادا کر کے جان چھڑا لیتے ہیں۔ یہ طریقہ بھی بالکل غلط ہے' کیونکہ شرعی لحاظ سے مہر کی ادائی بیوی کے میراث کے حصے کے علاوہ لازم ہے۔
(۲) دوسری شادی کی صورت میں بیوہ کو میراث کے حصہ کا ادانہ کرنا: بعض جگہ یہ بھی دستور ہے کہ بیوہ اگر دوسرا نکاح کر لے تو اسے شوہر کی میراث کے حصے سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکاتا ہے کہ بیوہ یا تو تنہائی کی زندگی سے بہتے دوسرا نکاح کر کے میراث سے ہاتھ دھوبیٹھتی ہے اور یا پھراپنا حصہ میراث محفوظ رکھنے کی خاطر دوسرا نکاح نہیں کرتی 'عمر بھر بیوہ رہتی اور طرح طرح کی صیبتیں اور آز مائشیں برداشت کرتی رہتی ہے۔ یہ بھے لینا چاہیے کہ دوسرا نکاح کرنے سے بیوہ کاحق میراث ہرگزختم نہیں ہوتا اور دوسرے ور ثاء کی طرح وہ بھی اپنے مقررہ جھے کی پوری طرح حق داررہتی ہے۔

(۵) دوسرے قبیلے یا خاندان (برادری) کی بیوہ کومیراث سے محروم رکھنا: بعض خاندانوں میں بیمروہ رواج ہے کہ جوعورت شوہر کے قبیلے برادری سے نہ ہواسے میراث کا حصہ ہیں دیتے۔ یہ بھی بہت بڑاظلم جہالت اور گناہ ہے۔ بیوہ ہر حال میں اپنے شوہر کی میراث سے حصہ دار ہے خواہ وہ شوہر کے خاندان سے ہو یا کسی دوسرے قبیلے خاندان اور برادری سے ہو۔

(۲) بہنوں کو میراث سے محروم کرنا: یہ گھناؤ نا جرم اور بدترین رسم تو اکثر دیندار گھرانوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ باپ کی میراث میں بہنوں کو حصہ نہیں دیا جاتا اور مختلف تا ویلات کی بنیاد پر بیہ مجھا جاتا ہے کہ پدری میراث میں صرف بیٹے ہی حقدار اور حصہ دار ہیں۔ بعض لوگ جو بہنوں کو حصہ دار سبجھتے بھی ہیں 'وہ بھی کسی نہ کسی حیلے بہانے سے بہنوں سے ان کا حصہ معاف کرالیتے ہیں۔ ہمشیرہ یا ہمشیرگان مجبوراً بھائیوں کا بھرم رکھنے کے لیے زبانی طور پر یہ کہہ دیتی ہیں کہ ہم اپنا حصہ چھوڑتی ہیں۔ اب بھائی صاحبان مکمل طور پر یہ ہمچھ لیتے ہیں کہ اس میراث اور ترکہ کے صرف ہم ہی حق دار ہیں۔

خوب بہجھ لیجے ایسا کرنا سراسرظلم اور زمانہ جاہلیت کی رسم بدہے۔ بیصر بچا خلاف شرع ممل ہے اوراس میں ہندوؤں کی ظالمانہ رسم اور رواج کی بھی تائید و ترویج ہے۔ اس طرح کی زبانی دستبرداری حالات کے جراور شرما شرمی میں معاف کرنے کا شرعی لحاظ سے قطعاً کوئی اعتبار نہیں۔ اس طرح حیلہ بازی کے ساتھ معاف کروانے سے بہنوں کا حصہ اپنے استعمال میں لانا کروانے سے بہنوں کا حصہ اپنے استعمال میں لانا حلال اور جائز ہوتا ہے۔ اب بھائیوں پر لازم ہے کہ اللہ تعالی کا خوف کھائیں اس کے سامنے جواب دہی سے ڈرتے اور آخرت کی پکڑ سے بچتے ہوئے بہنوں اور دیگر تمام ورثاء کوان کا پورا پورا حصہ علیحدہ کرتے ہوئے مملاً ان کے قبضہ اختیار میں دے دیں۔ اس کے بعد تمام حصہ داروں کو اختیار ہوگا کہ وہ اسے اپنے او پرخر ج







کے مطابق حقوق اللہ کی معافی تو ہوسکتی ہے' اور بیاللہ تعالیٰ کی رضا پر منحصر ہے' کیکن حقوق العباد کوتو اللہ تعالیٰ بھی معافی نہر دے۔میراث میں بیہ کوتا ہی' معافی نہر دے۔میراث میں بیہ کوتا ہی' معافی نہر دے۔میراث میں بیہ کوتا ہی' کمی بیشی اور غصب کا معاملہ حقوق العباد کے ممن میں آتا ہے۔

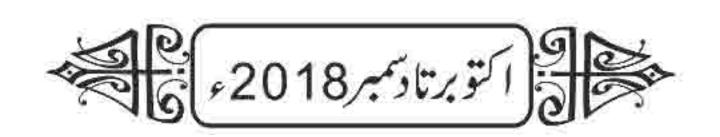
(2) شادی شدہ بہنول کو میراث میں حصہ دار نہ بنانا: ایک اور غلط رواج یہ بھی ہے کہ غیر شادی شدہ بہنوں کوتو میراث میں حصہ دار نہ بنانا: ایک اور غلط رواج میں حصہ دار نہیں بنایا جاتا۔ان کہنوں کوتو میراث میں حصہ دار نہیں بنایا جاتا۔ان کے مطالبہ کرنے پریہ کہہ دیا جاتا ہے کہ والد نے تہاری شادی کے موقع پر جوجہز وغیرہ تیار کر کے دیا تھا'اس سے تہاراتن اور حصہ ادا ہوگیا۔

خوب یا در کھئے' یہ سوچ بھی قطعاً غلط اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اول تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں لڑکیوں کا جو حصہ مقرر فر مایا ہے' اس میں شادی شدہ یا غیر شادی شدہ ہونے کی کوئی قید اور شرط نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ زندگی میں باپ اپنی ساری یا کچھ اولا دکو جو کچھ بھی دیتا ہے' وہ ہدیہ اور تحفہ کے ذیل میں آتا ہے' اس کا میر اث سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ میر اث تو وہ مال واسباب ہوتا ہے جو انسان مرتے وقت چھوڑ جاتا ہے اور اس میں سارے ورثاء اپنے اپنے مقررہ حصول کے مطابق حق دار ہوتے ہیں۔ اس لیے زندگی میں کسی وارث کو تھوڑ ایا زیادہ وینے سے میر اث میں سے اس کا حصہ کسی طور سے بھی ختم نہیں ہو یا تا' اس لیے شادی شدہ بہنیں بھی اپنے مقررہ حصے کی پوری طرح سے حق دار ہیں۔

(۸) مشتر که ترکه اور میراث میں سے کوئی چیزیادگار کے طور پررکھنایا صدقه کرنا: کئی مواقع پر کچھور ثاء ترکه کی تقسیم سے پہلے میت کی یادگار کے طور پر کسی چیز کو معمولی یا بابرکت سمجھ کرا پنے پاس رکھ لیتے ہیں اور دوسر بے ور ثاء سے اس کی اجازت نہیں لی جاتی ۔ اس طرح میت کے ایصال ثواب کے لیے مشتر که ترکه ہی سے مال خرچ کیا جاتا ہے 'حالانکہ تمام ور ثاء کی دلی رضا مندی کے بغیراس طرح کرنا جائز نہیں' اگر چہوہ معمولی چیز ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح اگر ور ثاء میں سے کوئی نابالغ ہے تو اس کی اجازت یا معافی بھی شرعاً معتر نہیں ۔ البتہ اگر سب وارث' عاقل و بالغ ہوں اور با ہمی رضا مندی سے کسی وارث کوکوئی چیز زائد دے دیں یا جائز طریقے سے صدقہ کر دیں تو اس کی شرعی اجازت ہے۔

(۹) میراث کوسر ہے سے تقسیم ہی نہ ہونے دینا بلکہ اس کی تقسیم میں رکاوٹ ڈالنا: ایک اور بڑی کوتا ہی دیندار گھر انوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ باپ کے گھر' کاروبار یا زراعت وغیرہ پر جوحصہ دارقابض ہوتے ہیں یا ہوجاتے ہیں' وہ اپنے مفاد کی خاطر تر کہ اور میراث کوتقسیم نہیں ہونے دیتے' تا کہ زیر قبضہ اور تصرف چیز' مال یا حصہ ان کے قبضے سے نکل جائے اور وہ اس سے ہونے والے نفع سے محروم نہ ہوجا کیں۔فر مانِ اللّٰی ہے:

﴿ وَتَا کُلُونَ اللّٰہِ اَتَ کُلّا لَمُ اَلْ وَتُوبُونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿) ﴿ (الفحر) دورتم میراث کے مال کوسمیٹ کر کھا جاتے ہؤاور مال کو بہت ہی عزیز رکھتے ہو۔''







ا يك حديث مباركه مين رسول التُدَمَّيُّ اللَّهُ عَلَيْهِم نَے فرمايا:

" ورا ثت کی تقسیم میں ناانصافی مت کرو'اینی طرف سے انصاف کرو۔'' (مجمع الزوائد)

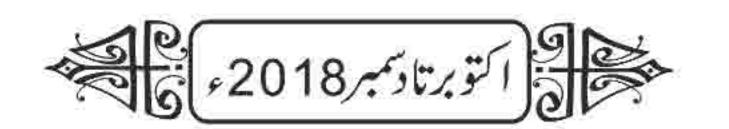
اس صورت میں اگر کوئی ایک یا دووارٹ تقسیم میراث کا مطالبہ کریں تو باقی قابض ور ثاءان کو برا بھلا کہنے اوران کی تحقیر کرنے لگ جاتے ہیں 'گویاانہوں نے کسی غلط چیز کا مطالبہ کر دیایا کوئی گناہ کی بات کہد دی اور جرم کر دیا ہے۔ یہ حقیقت بھی پیش نظر رکھنی چا ہیے کہ سارے ور ثاء کے دلی رضا مند ہونے کی صورت میں تو تقسیم میراث کے عارضی التوا کا جواز شاید نگل سکتا ہو 'لیکن اگر کوئی ایک وارث بھی تقسیم میراث کا مطالبہ کرے تو اس کی فوری تقسیم لازمی ہوجاتی ہے۔ اب اگر دوسرے ور ثاء دیر کریں گے تو اللہ عز وجل کے ہاں مجرم ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت اسلامی کے مطابق عدل وانصاف کے ساتھ میراث تقسیم کرنے اور اس میں ہونے والی غلطیوں اور کوتا ہیوں سے بیخے کی تو فیق عطافر مائے' آئین!

[اس عنوان کی تیاری میں درج ذیل مضمون سے مدد کی گئی ہے:

- میراث کی تقسیم میں کوتا ہی'ا کیا ہوا گناہ از مولا نامفتی عبدالرؤف سکھروی (۱۲ اقساط)
 - روز نامه اسلام ٔ ۳۰ اس جنوری ۱۸ و۲۰ ع]

حواشي

- (۱) صحیح البخاری کتاب الجنائز باب رثاء النبی الله من سعد بن خوله حرا ۱۲۱ وصحیح مسلم کتاب الوصیة باب الوصیة بالثلث ح ۱۷۱۰
 - (٢) معارفالقرآن ازمفتی محمد شفیع مجرس ۲۰۹۳ تا ۳۱۰ طبع جدید مئی ۲۹۱۰۵ مکتبه معارف القرآن کراچی
- (۳) تفسیرمظهری از قاضی محمد ثناءالله پانی پتی نتر جمه متن پیرمحمد کرم شاه الاز هری ٔ ۴۲ ص۲۱۳ طبع جون ۲۰۱۰ و بار چهارم ٔ ضیاءالقرآن پبلی کیشنز ٔ لا هور ـ
 - (٣) معارف القرآن از حضرت مفتى محمد شفيعٌ ، ج٢ ، ص ٢٠٩ تا١١٣ ، طبع جديد _
 - (۵) تفهيم القرآن ازسيدا بوالاعلى مودودي ج ا'ص ۱۳ طبع چهارم'جون ۱۹۸۳ء اداره ترجمان القرآن لا مور
 - (٢) معارف القرآن ازمفتی محمد شفیع صاحبٌ ج۲٬ ص۱۳ تا۱۱۳ تا۱۱۳ طبع جدید منکی ۱۰۱۵ء
- (۷) تفسیر مظهری از قاضی محمد ثناءالله یانی بین مترجم متن پیرمحد کرم شاه الاز هری ٔ ج۲ ٔ ص۲۲۳ تا ۲۲۵ طبع جون ۱۰۱۰ء بارچهارم ب
 - (٨) تفهيم القرآن ازسيدا بوالاعلى مودودي نج انص ١٣٠٠ تا ١٣١١_
 - (٩) معارف القرآن از حضرت مفتى محمد شفيع صاحبٌ ج٢٠ ص١٣ طبع جديدٌ مئى ١٠١٥ء ـ
- (۱۰) تفسیر مظهری از قاضی محمد ثناءالله پانی پتی ترجمه متن از پیرمحمد کرم شاه الاز هری ٔ ج۲ س ۲۲۵ تا ۲۷۱ طبع جون ۱۰۱۰ءٔ بارچهارم _
 - (۱۱) تفسير ابن كثير' جلد ١_

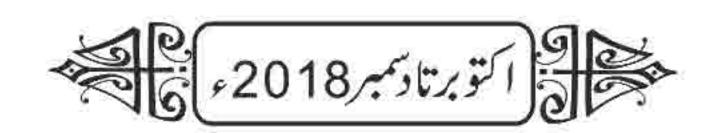






- (١٢) سنن ابن ماجه كتاب الآداب باب حق اليتيم_
- (۱۳) معارف القرآن از حضرت مفتى محمد شفيح " ۲٬ ص۱۳س
- (١٤) رواه ابن جرير وابن ابي حاتم وتهذيب الآثار' مسند عبدالله بن عباس رضي الله عنهما
 - (۱۵) رواه ابن ابی شیبه و ابن ابی حبان و ابن ابی حاتم 'کنز العمال_
 - (١٦) تفسير مظهري (مترجم) از قاضي محمد ثناء الله ياني بيّ نجع مص ٢٦٦ تا ٢٧٦
- (۱۷) تفسیرمظهری از قاضی محمد ثناءالله یانی پتی ترجمه متن از پیرمحمد کرم شاه الاز هری ٔ جلد دوم ٔ ص ۳۴۸ تا ۳۵۰ ٔ بارچهارم ۲۰۱۰ و طبع ضیاءالقرآن پبلی کیشنز ٔ لا هور
 - (۱۸) تفسیرابن کثیر'اردؤ جلداوّل'طبع دوم'۱۹۸۸ء ص ۵۸۸ تا ۹۰ شالُع کرده مکتبه تغمیرانسانیت'لا ہور
- (۱۹) قرآن کریم' اردو ترجمه از مولانا محمد جونا گڑھی' تفسیری حواشی از مولانا صلاح الدین بوسف' سورة النساء' ص۲۲۰٬۲۱۹'شاه فهرقر آن کریم پرنٹنگ کمپلیکس' مملکت سعودی عرب
 - (۲۰) تفسیرسورة النساءُ از پروفیسرمیاں منظوراحمرُ ص۱۹۳ تا ۱۹۲۱ علمی کتاب خانهٔ لا ہور
 - (۲۱) سنن ابی داو د کتاب الفرائض ج ۱۱۳۵
 - (۲۲) سنن الترمذي ابواب الفرائض ج۲۱۸٤_
 - (٢٣) سنن ابن ماجه كتاب الوصايا اباب الحيف في الوصية_
 - (۲٤) روح المعاني_
 - (٥٦) سنن ابي داؤد كتاب الوصايا_
 - (٢٦) سنن ابن ماجه ع: ٢٧١٩ معجم الاوسط للطبراني ع: ٢٩٣٥ ٥ _
- (۲۷) صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب ما جاء فی سبع ارضین و صحیح مسلم کتاب المساقاة باب تحریم الظلم
 - (٢٨) سنن ابن ماجه كتاب الوصايا ، باب الحيف في الوصية_
 - (٢٩) صحيح البخاري كتاب الرقاق باب القصاص يوم القيامة_
 - (٣٠) سنن ابي داوُّد كتاب الوصايا وباب ما جاء في الوصية للوارث_

ا پنے ذاتی اوقات میں سے کم از کم نصف گھنٹہ نکال کر ''بیان القرآن' کے ترجمہ وترجمانی کا ضرورمطالعہ کریں' آپ یقیناً مستفید ہوں گے۔(ان شاءاللہ!)







تعارف وتنجره

تنجره نگار: ڈاکٹرصہیب حسن (لندن)

نام كتاب : مكالمه

تالیف: ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

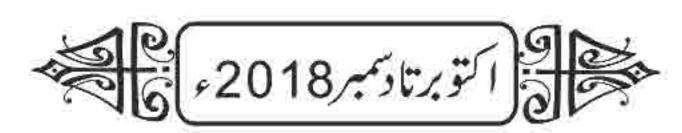
يبلشر : دارالفكرالاسلامي

تاریخ اشاعت: جنوری ۲۰۱۸ء ٔ صفحات: 808 'قیمت: 1000 روپے ملنے کے بیت: ۸۵۰ مکتبہ اسلامیۂ ہا دبیج لیمہ سنٹر ُغزنی سٹریٹ اردو بازار لا ہور کمنے کے بیتے: ﷺ مجلس شخفیق اسلامی کا -99 ماڈل ٹاؤن لا ہور

برا درم حافظ عبدالرحمٰن مدنی کے توسط سے ڈاکٹر حافظ محمد زبیر کی ایک ضخیم کتاب''مکالمہ''موصول ہوئی جسے میں لا ہور سے لندن پہنچتے ہی پہلے دن اپنی تھکن اتار نے کے ساتھ ساتھ پڑھتار ہا۔''مکالمہ''عنوان ہے لیکن اس کتاب میں علم وادب' سائنس و مذہب' معاشیات و معاشرت' فلسفہ واخلاق' سیاست اور نفسیات اور سب سے بڑھ کرفتا و کی اور علمی جوابات' کہیں اختصار اور کہیں طوالت کے ساتھ جلوہ گرنظر آتے ہیں۔

ایک خوشگوار جیرت ہوئی کہ ایک عربی مدرسے کی بنیادی اٹھان رکھنے والے طالب علم نے قرآن اکیڈی
لا ہورسے رجوع الی القرآن کورس کرنے کے بعدایم اے پی آنچ ڈی کے مراحل طے کرتے کرتے اپنے مطالعہ
کی بے پناہ وسعت 'گہرائی اور گیرائی کی بدولت ایسے ایسے مشکل مقامات پر خامہ فرسائی کی ہے جوایک عبقری
ذہن اور ماہرفن کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔

امیدکرتا ہوں کہ اس کتاب کانفصیلی مطالعہ جاری رہے گا' جتنا پچھا یک دن کی ورق گردانی میں دیکھا اور بھالا وہ صاحب کتاب کے معتدل مزاج کا آئینہ دارد کھائی دیا۔ جہاں انہوں نے مولا نا مودودی' مولا نا وحیدالدین خان اور ڈاکٹر اسرار احمد جیسے عباقر ہ فکر کی توصیف اور مدح سرائی کی ہے وہاں ان کے بعض خیالات اور افکار سے اختلاف کو بھی بیان کیا ہے' جاوید احمد غامدی کے شطحات کا کھل کر پوسٹ مارٹم کیا ہے' ڈاکٹر اسرار احمد کے نظریہ وحدت الوجود کی وضاحت کی ہے کہ وہ ابن عربی کے نظریہ کا چربنہیں ہے' پھر اس پر اپنے عدم اطمینان کا اظہار بھی کیا ہے۔ مولا نا مودودی کی کتاب' خلافت و ملوکیت' پر تقید کی وکالت کی ہے۔ الحاد اور جدیدیت کے اسباب و قلل کو اجاگر کیا ہے۔ الحاد اور جدیدیت کے اسباب و قلل کو اجاگر کیا ہے۔ اشاعرہ اور ماتریدیہ کے مابین امتیازی صفات کو بڑی باریک بنی سے بیان کیا ہے کہ جس سے اجاگر کیا ہے۔ اشاعرہ اور ماتریدیہ کے مابین امتیازی صفات کو بڑی باریک بنی سے بیان کیا ہے کہ جس سے







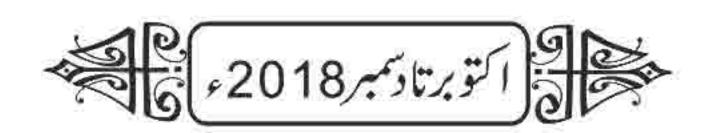
الچھے ایجھے علاء بھی بے خبر رہے ہوں گے۔ ندہب اور ریاست کے باہمی تعلقات پرخوب روتنی ڈالی ہے۔
نفسیات پر گفتگو کرتے ہوئے خوابوں کی تعییر تخلیدروح اور مراقبہ جیسے دقیق مسائل پر بھی خامہ فرسائی کی ہے۔
بیوہ عورت کی عدت تین حیض (یا تقریباً تین ماہ) رکھی گئی ہے کہ عورت اگر حاملہ ہوتو اس کا حمل اس مدت میں ظاہر ہو
مطلقہ کی عدت تین حیض (یا تقریباً تین ماہ) رکھی گئی ہے کہ عورت اگر حاملہ ہوتو اس کا حمل اس مدت میں ظاہر ہو
جاتا ہے اور اس کے نتیج میں عدت وضع حمل تک جاری رہتی ہے اور اگر عورت نے حمل کو ظاہر نہ بھی ہونے دیا تو
شوہر چونکہ موجود ہے اس لیے وہ اپنے حقوق کے لیے قانونی کارروائی کرسکتا ہے برخلاف بیوہ عورت کے کہ اس کا شوہر
وفات یا چکا ہے اور اپنے حق کے دفاع کے لیے موجود نہیں ہے اس لیے بیوہ کی عدت چار ماہ دس دنوں میں ہر صورت حمل کے آثار
اور علم بیہ بتاتا ہے کہ اگر عورت اپنا حمل چھیا بھی لے تو چار ماہ سے متصل دس دنوں میں ہر صورت حمل کے آثار
ظاہر ہوجا ئیں گئے چونکہ جنین میں نفخ روح ہو چکا ہوتا ہے اور وہ اگر چاہے بھی تو اپنا حمل چھیا نہیں عتی ہے۔
مؤلف کتا ہے نے یور پین کونسل برائے فتو کی ور ایسر سے کی کا وشوں کا با نداز تحسین ذکر کیا ہے اور کا تب سطور
جونکہ اس کونسل کا ابتدا سے رکن رہا ہے اس لیے مؤلف کے بیانیے کا شاہر بھی ہے ۔سودی بینکاری کے ضمن میں

چونکہ اس کونسل کا ابتدا سے رکن رہا ہے اس لیے مؤلف کے بیانیہ کا شاہد بھی ہے۔ سودی بینکاری کے شمن میں صاحب کتاب نے فریکشنل ریز رو بینکنگ کی قباحتوں کا ذکر کر کے اس نظام کی دھتی رگ و چھیڑا ہے اور جس کا ذکر کر نے اس نظام کی دھتی رگ کو چھیڑا ہے اور جس کا ذکر کر نے اس نظام کی دھتی رگ کو چھیڑا ہے اور جس کا ذکر کرنے سے بینکنگ کی کارروائیوں کو مہر تصدیق عطا کرنے والے تمام علماء و فقہاء اور مشیرین کتراتے ہیں۔ اس نکتے کوسب سے پہلے طارق دیوائی نے اپنی کتاب (Problem with Interest) میں پیش کیا تھا اور اب کئی ماہرا قضادیات اس کی تائید کر رہے ہیں۔ مصنوعی پیسے کی اس فراوائی کو جب تک ختم نہیں کیا جاتا 'اسلامی بینکنگ کا رائج الوقت سودی بینکاری سے مختلف ہونا پایئہ ثبوت کا محتاج رہتا ہے۔ اسلامی بینکاری کے پیش کردہ تجارتی سودے جیسے مرابح اجارہ 'تو رق رائج الوقت بینکاری کے مار گیج سے بظاہر مختلف نظر آتے ہیں 'لیکن بیاطن پرانی شراب کوئی ہوتلیں فراہم کرتے نظر آتے ہیں۔

مؤلف نے پاکتانی جامعات کے طریق کار پرسیر حاصل گفتگو کی ہے جو قابلِ مطالعہ ہے۔فنونِ لطیفہ کے بارے میں عمومی طور پر اور ناول نگاری کے بارے میں خصوصی طور پر حافظ صاحب نے جن پر مغز خیالات کا اظہار کیا ہے وہ مدارس کے طلبہ کے ذوق مطالعہ کے لیے مہمیز ثابت ہوگا کہ ان میں سے اکثر اس شجر ممنوعہ کے بارے میں اعلم رہتے ہیں۔

نداہب و مسالک کے ممن میں سلفی اہل حدیث دیو بندی 'بریلوی صوفی کے مابین محاکمہ اگر چہ ایک بہت مشکل موضوع ہے لیکن حافظ صاحب نے اسے نہایت عمد گی سے نمٹایا ہے۔ جن معرکۃ الآراء مسائل میں حافظ صاحب کے سیال قلم نے موتی بھیرے ہیں'ان میں سے چند مسائل کے عنوانات کا تذکرہ کرتا چلوں:

(۱) رضاعت کبیر کا مسئلہ کہ جیدعلاء بھی اسے ہاتھ لگاتے ڈرتے ہیں لیکن یورپ کے مسلمانوں کے لیے بیواقعی ایک سنجیدہ مسئلہ ہے کہ جہاں لاوارث مسلمان بچوں اور بچیوں کو گود لینے (adoption) یا صرف کفالت (fostering) کرنے کے دونوں اختیارات میں سے اول الذکر کو اختیار کرنے میں محرمیت کے وہ







مسائل جنم لیتے ہیں جن کے لیے رضاعت کبیر کامسکہ توجہ کامسخق ہے۔

- (۲) حضرت عائشہ ڈیا گئا کی بوقت زواج عمر کا مسئلہ اہلِ علم میں اکثر موضوع بحث رہا ہے۔ حافظ صاحب نے سیدسلیمان ندوی کی تحقیق کو حتمی قرار دیا ہے۔ مسلمانا نِ مغرب میں بھی اس حتاس موضوع کو قابل بحث روا رکھا گیا ہے۔ انگریزی زبان میں بعض دعوتی تنظیموں کی طرف سے اس موضوع کے دوسرے پہلوکوا جاگر کیا گیا ہے۔ اس کیا گیا ہے۔ اس کیا گیا ہے۔ اس کے بہتر ہے کہ اسے قابلِ تحقیق رہنے دیا جائے۔
- (٣) وراثت کے مسئلہ پرسیدہ فاطمہ ڈاٹھ کی حضرت ابوبکر صدیق ڈاٹھ سے ناراضگی: مؤلف کتاب نے یہ بات تو بخوبی واضح کردی ہے کہ حضرت فاطمہ ڈاٹھ وفات سے قبل حضرت ابوبکر سے اپنی ناراضگی دور کر چکی تھیں لیکن بعض روایات کے ان الفاظ کہ' فکٹم ٹنگلِمہ تھی گلِمہ تھی ماتئٹ'' کی بیتو جیہہ بھی کر دی جاتی تو بہتر ہوتا کہ انہوں نے خاص اس مسئلہ میں اپنی وفات تک دوبارہ حضرت ابوبکر سے کوئی بات نہیں کی نہ یہ کہ وہ مطلق بات کرنے سے گریز کرتی رہیں۔
 - (۴) غزوهٔ ہندگی روایات پرمحد ثانه نقطه رنظر سے سیرحاصل گفتگو کی گئی ہے۔
 - (۵) سیدناحسین طالعیٔ کے خروج کی توجیہ ایک قابلِ قبول انداز میں کی گئی ہے جو قابلِ ستائش ہے۔
- (۲) ایک مجلس کی تین طلاقوں کوایک قرار دینے میں مؤلف نے امام ابن تیمیہ کے مسلک کی حقانیت کو واضح کیا ہے۔ اس مسلمہ کے ایک دوسر ہے پہلو سے اکثر علماء اغماض برتے ہیں اور وہ یہ کہ دورانِ عدت دوسری یا تیسری طلاق دینا بھی قرآن میں بتائے گئے طریقہ طلاق کے منافی ہے۔ سورۃ الطلاق کی پہلی دوآیات سے واضح ہوتا ہے کہ عدت صرف دواعمال کی متحمل ہو سکتی ہے اور وہ ہے شوہر کار جوع کرنایا نہ کرنا۔ اگر وہ رجوع نہیں کرنا چاہتا تو پھر عدت گزر نے دے تا کہ طلاق کاعمل پورا ہو سکے گوہر طہر میں ایک اضافی طلاق دینا حضرت عبداللہ بن عباس کا لیے گئے کے ایک قول کی بنا پر جائز تھہرایا گیا ہے اور اسے طلاق حسن (بمقابلہ طلاق احسن) قرار دیا گیا ہے۔ لیکن شادی کے مضبوط بندھن کا از دوا جی زندگی کی ضرورت و اہمیت اور خاص طور پر بچوں کی موجودگی میں اس اہم رشتے کی بقاکا تقاضا ہے کہ اقوالِ صحابۃ میں سے اس قول کوتر جے حاصل ہو جوقر آن وسنت کے واضح احکامات کے ساتھ مطابقت رکھتا ہو۔

مؤلف کتاب نے اپنے استاد حافظ عبدالرحمٰن مدنی کی فقاہت اور دیانت کا والہانہ انداز میں تذکرہ کیا ہے۔ شخ مدنی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ ان کے ایک شاگر درشید نے بیعلمی مرتبہ پایا ہے جو بہت سوں کے لیے قابل رشک ہے۔ یہ بالکل درست ہے کہ جس طرح ایک پیڑا ہے بیجاوں سے پہچانا جا تا ہے اسی طرح ایک استاد اپنے شاگر دوں سے پہچانا جا تا ہے۔ اکلا ہے آؤڈ فرِ ذُا

میں حافظ محمد زبیر کو ان کی اس علمی و دعو تی کاوش پر بھر پور مبارک باد دیتا ہوں اور ان سکے لیے راہِ استفامت پر قائم ودائم رہنے کی دعا کے ساتھ رخصت جا ہتا ہوں۔







(۲)

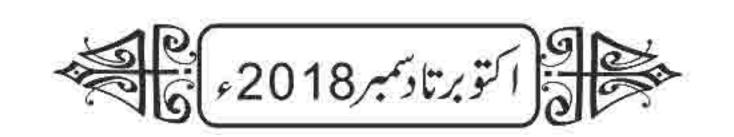
نام كتاب : بنگله دليثي اورار كاني مهاجرين

مصنف : مولانا محمصد لق اركاني

ضخامت:70 صفحات قیمت: درج نہیں ناشر:جمعیت خالد بن ولیدالخیر بیار کان بر ما (میانمار)

برائے رابطہ:مولا ناعنایت اللّٰدُ دفتر ماہنامہ''حق نوائے احتشام''جامعہاحتشامیہ'جیکب لائن' کراچی اس کتا ہے کےمصنف عالم دین ہیں اور کئی کتابوں کےمصنف ہیں۔انہوں نےمولا نا تنوبرالحق تھانوی کی معیت میں بنگلہ دلیش کا سفر کیا اور وہاں ایک ماہ تک سیاحت کی ۔سیاحت کے دوران انہوں نے جو پچھودیکھا وہ اس کتا ہے میں تحریر کر دیا ہے۔اس طرح ان کا بیسفرنامہ بنگلہ دیش کا تفصیلی تعارف کرتا ہے۔اس کتا ہے میں انہوں نے سقوطِ ڈھا کہ (۱۷ دسمبرا ۱۹۷ء) کے سانحے کی وجوہات ٔ اسباب اور واقعات لکھے ہیں۔اس کے علاوہ موجوده بنگله دلیش کے متعلق درج ذیل معلومات بھی دی گئی ہیں:اگر تله سازش کیس' آپریشن سرچ لائٹ بنگله دلیش کے مشہور شہرٔ سیاسی جماعتیں' بڑے بڑے و بنی مدارس' نامورعلمائے دین' چند دیگرمعروف شخصیات' ڈھا کہ کا فاصلہ دوسرے شہروں سے بنگلہ دلیش کےاضلاع اور ڈویژن ملک کے سربراہان کی فہرست دسمبرا ۱۹۷ء سے اب تک ۔ كتابيج ميں جگہ جگہ بر ما كےمظلوم مسلمانوں كى حالت زار كا تذكرہ ہے جولا كھوں كى تعدا دميں سالہا سال سے بنگلہ دلیش کے کیمپیوں' پہاڑوں اور جنگلوں میں جانوروں سے بدتر زندگی گزارر ہے ہیں۔انہوں نے بر ماکی حکومت کے ظلم وستم سے تنگ آ کر بنگلہ دلیش میں بناہ لی' مگران کو بیہاں خوش دلی کے ساتھ قبول نہیں کیا گیااوروہ عیسائی مشنری اورا قوام متحدہ کے کارکنوں کے رحم وکرم پر ہیں۔ان کی تسمیری اور بدحالی کے مختلف مناظر ُ رنگین تصاویر کے ذریعے دکھائے گئے ہیں۔اس حالت میں اندیشہ ہے کہ وہ ایمان ہی سے ہاتھ نہ دھوبیٹیس۔ان مہاجرین کے ایمان واسلام کوسلامت رکھنے کے لیے وہاں دینی مدارس قائم کیے گئے ہیں جن کی مالی معاونت کی ضرورت ہے۔اس سلسلہ میں کتا بچے کے ناشر کی معرفت مولا ناعبدالقدوس صاحب سے رابطہ کیا جا سکتا ہے۔ (تبصره نگار: پروفیسرمحمد یونس جنجوعه)

قرآن کیم کی مقدس آیات اوراحادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور دعوت تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔لہذا جن صفحات پر بیرآیات درج ہیں ان کو سیحے اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔







MESSAGE OF THE QUR'AN

Translation and Brief Elucidation

By Dr. Israr Ahmad

Surah Al-An'am

(The Cattle)

(Introduction to Surah Al-An'am and exposition of verses 1 – 20 of the same Surah, inclusive)

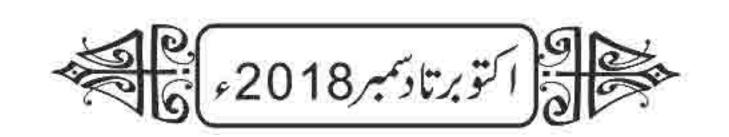
Translator's note:

For the sake of continuity and coherent explanation, most of the general discourse has been made by employing the 'male' as a prototype, which is in no way meant to be diminutive of the opposite gender or to disrespect the status of women.

Moreover, each verse (Ayah) has been kept as a continuum in order to prevent the misrepresentation of meanings, which may occur when the verses are broken up and the translation of those verses becomes kaput when done in bits and pieces.

Cross-references taken from other parts of the Qur'an and the Hadith of the Messenger of Allah (SAAW) are provided in italics.

The Translation of the Holy Qur'an done by the Message International – USA (www.FreeQuran.com) and edited by Saheeh International – UK, Dar Al Mountada – Saudi Arabia and Al Qummah – Egypt has been used in order to synchronize the use of modern English Language, which we believe will give a more accomplished sense of understanding to Today's mind.







Introduction to Surah 6, Al-An'am

Name

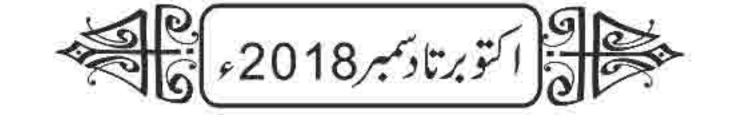
This Surah takes its name from verses 136, 138 and 139, in which some superstitious beliefs of the idolatrous Arabs concerning the lawfulness of some cattle (Arabic = an`am) and the unlawfulness of some others have been refuted.

Period of Revelation

According to a tradition of Ibn Abbas (RA), the whole of the Surah was revealed at one sitting at Makkah. We also learn from other traditions that the Holy Prophet (SAAW) dictated the whole of the Surah the same night that it was revealed. Moreover, the subject-matter of the Surah clearly shows that it must have been revealed during the last year of the Holy Prophet's (SWT) life at Makkah (before the Hijrah to Madinah).

Occasion of Revelation

After determining the period of its revelation, it is easier to visualize the background of the Surah. Twelve years had passed since the Holy Prophet (SAAW) had been inviting the people to Islam. The antagonism and persecution by the Quraish had become most savage and brutal, and the majority of the Muslims had to leave their homes and migrate to Abyssinia. Above all, the two great supporters of the Holy Prophet (SAAW) Abu Talib and Hadrat Khadijah (RA), were no more to help and give strength to him (SAAW). Thus he (SAAW) was deprived of all the worldly support. Despite all this, he (SAAW) carried on his (SAAW) mission in the teeth of opposition. As a result, whilst on the one hand, all the good people of Makkah and the surrounding clans gradually began to accept Islam; on the other hand, the community of Makkah as a whole, was bent upon obduracy and rejection. Therefore, if anyone showed any inclination towards Islam, he was subjected to taunts and derision, physical violence and social boycott. It was in these dark circumstances that a ray of hope gleamed from Yathrab, where Islam began to spread freely by the efforts of some influential people of Aus and Khazraj, who had embraced Islam







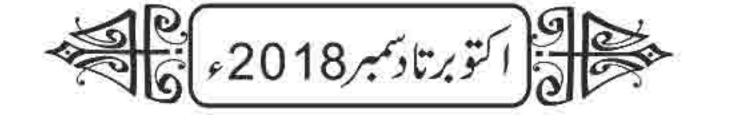
at Makkah. This was a humble beginning in the march of Islam towards success and none could foresee at that time the great potentialities that lay hidden in it. For, to a casual observer, it appeared at that time as if Islam was merely a weak movement with no material backing except the meagre support of the Prophet's (SAAW) own family and of the few poor adherents of the Movement. Obviously the latter could not give much help because they themselves had been cast out by their own people who had become their enemies and were persecuting them.

Topics

These were the conditions, when this discourse was revealed. The main topics dealt with in this discourse may be divided under seven headings:

- Refutation of shirk (polytheism) and invitation to the creed of Tauhid (monotheism).
- Enunciation of the doctrine of the "Life-after-Death" and refutation of the wrong notion that there was nothing beyond this worldly life.
- Refutation of the prevalent superstitions.
- Enunciation of the fundamental moral principles for the building up of the Islamic Society.
- Answers to the objections raised against the person of the Holy Prophet (SAAW) and his (SAAW) mission.
- Comfort and encouragement to the Holy Prophet (*SAAW*) and his followers (*RA*) who were at that time in a state of anxiety and despondency because of the apparent failure of the mission.
- Admonition, warning and threats to the disbelievers and opponents to give up their apathy and haughtiness.

It must, however, be noted that the above topics have not been dealt with one by one under separate headings, but the discourse goes on as a continuous whole and these topics come under discussion constantly in various different ways.







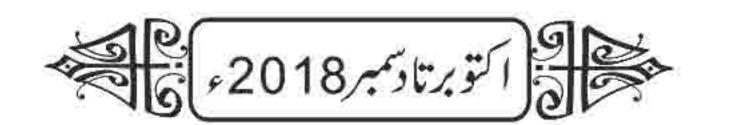
The Background of Makki Surahs (also known as Makkan Surahs; Surahs revealed in Makkah)

As this is the first long Makki Surah in the order of the compilation of the Quran, it will be useful to explain the historical background of Makki Surahs in general, so that the reader may easily understand the Makki Surahs and our references to its different stages in connection with the exposition on them.

First of all, it should be noted that comparatively very little material is available in regard to the background of the revelation of Makki Surahs whereas the period of the revelation of all the Madani Surahs (a.k.a. Madinian Surahs; Surahs revealed in Madinah) is known or can be determined with a little effort. There are authentic traditions even in regard to the occasions of the revelation of the majority of the verses. On the other hand, we do not have such detailed information regarding the Makki Surahs. There are only a few Surahs and verses which have authentic traditions concerning the exact time and precise occasion of their revelation. This is because the history of the Makki period had not been compiled in such detail as that of the Madani period. Therefore we have to depend on the internal evidence of these Surahs for determining the period of their revelation, mainly the topics they discuss and their subject-matter, their style and the direct or indirect references to the events and the occasions of their revelation. Therefore, it is obvious that with the help of such "circumstantial evidence", we cannot say with absolute certainty that such and such Surah or verse was revealed on such and such an occasion. The most we can do is to compare the internal evidence of a Surah with the events of the life of the Holy Prophet (SAAW) at Makkah, and then come to a more or less "calculated conclusion" as to what particular stage a certain Surah belongs.

If we keep the above things in view, the history of the mission of the Holy Prophet (*SAAW*) at Makkah can be divided into approximately four stages.

The first stage began with his (*SAAW*) appointment as a Messenger by Allah (*SWT*) and ended with his (*SAAW*) proclamation of Prophethood and Messengership three years later. During this period the Message







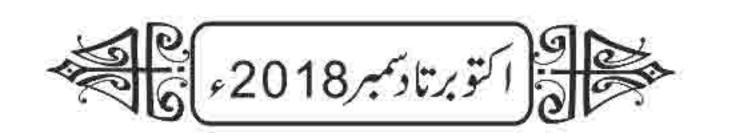
was given secretly to some selected persons only, but the common people of Makkah were not aware of it.

The second stage lasted for two years after the proclamation of his (SAAW) Prophethood and Messengership. It began with opposition by individuals: then by and by, it took the shape of antagonism, ridicule, derision, accusation, abuse, and false propaganda. Finally in the second stage, gangs were formed to persecute those Muslims who were comparatively poor, weak and helpless.

The third stage lasted for about six years from the beginning of the persecution mentioned in stage two to the death of Abu Talib and Hadrat Khadijah (RA) in the tenth year of Prophethood. During this period, the persecution of the Muslims became so savage and brutal that many of them were forced to migrate to Abyssinia. Social and economic boycott was applied against the Holy Prophet (SAAW) and the members of his family (RA), and those Muslims (RA) who continued to stay in Makkah were forced to take refuge in Shi'b-i-A'bi Talib, which was besieged.

The fourth stage lasted for about three years from the tenth to the thirteenth year of Prophethood. This was a period of hard trials and grievous sufferings for the Holy Prophet (SAAW) and his followers (RA). Life had become unendurable at Makkah and there appeared to be no place of refuge even outside it. So much so that when the Holy Prophet (SAAW) went to Ta'if, it offered no shelter or protection. Besides this, on the occasion of Hajj, he (SAAW) would appeal to each and every Arab clan to accept his (SAAW) invitation to Islam but met with blank refusal from every quarter. At the same time, the people of Makkah were holding counsels to "get rid of" him (SAAW) by killing or imprisoning or banishing him (SAAW) from the city. It was at that most critical time that Allah (SWT) opened for Islam the hearts of the Ansar (RA) of Yathrab where he (SAAW) migrated at their invitation.

Now that we have divided the life of the Holy Prophet (SAAW) at Makkah into four stages, it has become easier for us to tell, as far as possible, the particular stage in which a certain Makki Sarah was revealed. This is because the Surahs belonging to a particular stage can be distinguished from those of the other stages with the help of







their subject matter and style. Besides this, they also contain such references as throw light on the circumstances and events that form the background of their revelation. In the succeeding Makki Surahs, we will determine on the basis of the distinctive features of each stage and point out the particular stage in which a certain Makki Surah was revealed. As far as this Surah is concerned, its distinctive features help us to say with a fair degree of certainty that it was revealed towards the end of the fourth stage of the Makki period. (And Allah (SWT) Knows Best!)

Subject: Islamic Creed

This Surah mainly discusses the different aspects of the major articles of the Islamic Creed: Tauhid, Prophethood and Life-after-Death, and their practical application to human life. Side by side with this, it refutes the erroneous beliefs of the opponents and answers their objections, warns and admonishes them and comforts the Holy Prophet (SAAW) and his followers (RA), who were then suffering from persecution. Of course, these themes have not been dealt with under separate heads but have been blended in an excellent manner.

Topics and their Interconnection

Verses 1 – 12: These verses are of introductory and admonitory nature. The disbelievers have been warned that if they do not accept the Islamic Creed and refuse to follow the "Light" shown by the Revelation from the All-Knowing and All-Powerful Allah (*SWT*), they would go to the same doom as the former disbelievers did. Their arguments for rejecting the Holy Prophet (*SAAW*) and the Revelation sent down to him (*SAAW*) have been refuted and a warning has been given to them that they should not be deluded by the respite that is being granted to them.

Verses 13 – 24: These verses inculcate Tauhid, and refute shirk which is the greatest obstacle in the way of its acceptance.

Verses 25 – 32: In these verses, a graphic scene of the life in the Hereafter has been depicted in order to warn the disbelievers of the consequences of the rejection of the Articles of Faith.

